جناب جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

افغان قوم کی آزادی قریب تر ہے

اپنی آزادی وخود مختاری کا تحفظ افغان قوم کی فطرت میں شامل ہے جسے گذشتہ تیس سالوں میں بیرونی جارح قوتوں نے 'دہشت گردی' کا نام دے کر اس کے تشخص کو بری طرح مجروح کیا ہے۔ اسی منفی سوچ کے تحت 'ستر (۷۰) کے عشرے میں روسی افغانستان میں داخل ہوئے اور انہوں نے معاشی مساوات کا وعدہ کیا لیکن دھوکہ دے کر افغانستان پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ افغانوں کے ساتھ یہ پہلا دھوکا تھا۔ امریکہ اور پاکستان نے مشترکہ طور پر افغانستان کو روسی جارحیت سے نجات دلانے کی کاروائی کا آغاز کیا لیکن جب روسی پسپا ہو گئے تو افغانستان میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کی گئی اور افغانوں سے منہ موڑ لیا۔ یہ افغانوں کے ساتھ دوسرا دھوکا تھا۔ ان نامساعد حالات کے باوجود طالبان نے اپنی مزاحمت جاری رکھی اور وہ افغانستان کے نوے فیصد علاقے پر کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اس وقت امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے (جن میں پاکستان بھی شامل تھا) 9/11 کا بدلہ لینے کیلئے افغانستان پر حملہ کر دیا حالانکہ اس سانحے میں ایک بھی افغانی ملوث نہیں تھا لیکن اس کے باوجود افغانوں کو اس ناکردہ جرم کی پاداش میں ظالمانہ سزا دی گئی۔ یہ افغانیوں کے ساتھ تیسرا بڑا دھوکا تھا۔ افغانستان پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد 2002ء میں بون کانفرنس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے حکومت سازی کے عمل میں پختون اکثریت کو ان کے جائز حق سے محروم رکھ کر ان کے ساتھ چوتھی مرتبہ دھوکا کیا۔ متعدد بار دھوکا کھانے اور ماضی کے تلخ تجربات کی روشنی میں افغان قوم اب آزادی کے نام پر کوئی اور دھوکہ کھانے کیلئے تیار نہیں ہے لیکن اب بھی جارح قوتیں اپنی مکروہ چالیں چل رہی ہیں اور افغانیوں کو ایک بار پھر دھوکا دینے کا عمل شروع ہے۔ لہٰذا اس نئی سازش کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ فاتح قوت ہی قیام امن کے خدوخال متعین کرتی ہے لیکن افغانستان کے معاملے میں اس حقیقت سے اغماض برتتے ہوئے شکست خوردہ قوتیں یعنی امریکہ اور اس کے اتحادی اپنی مرضی کا کام کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ مالدیپ منصوبے کا اعلامیہ واشنگٹن سے جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ انہیں: ''ایسا افغانستان قابل قبول ہے جو طالبان سے پاک ہو'' واضح رہے اس اعلامیہ میں پاکستان کی رضامندی بھی شامل تھی۔ اس طرح افغانستان میں مزید تیس ہزار فوجی بھیجنے کی منظوری بھی دی گئی تا کہ قیام امن کیلئے گفت وشنید کے وقت امریکہ کی پوزیشن مضبوط ہو لیکن طالبان نے قابض فوجیوں میں اضافے پر ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بھاری جانی نقصان پہنچایا

جس سے دشمن کا 'طاقتور پوزیشن پر آنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا'۔ اس شرمندگی اور ہزیمت کو چھپانے کیلئے امریکہ نے سارا الزام پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی (ISI) اور پاکستان کے اندر قبائلی علاقوں میں حقانی گروپ کی محفوظ پناہ گاہوں پر ڈال دیا۔ ہیلری کلنٹن نے دورہ پاکستان کے موقع پر پاکستان کے خلاف چارج شیٹ پیش کی جس کی جنرل مولن نے بھی تائید کی۔ برطانیہ کے نئے وزیراعظم کیمرون نے ٹونی بلیئر کا حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے یہاں تک مطالبہ کردیا کہ ان محفوظ پناہ گاہوں کو بمباری کر کے نیست ونابود کردیا جائے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہزیمت اور شرمندگی کے عالم میں حکمت و دانش بھی کام نہیں آتے جس کا اظہار جنرل پیٹریاس کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ: ''میں یہاں اسلیئے نہیں آیا کہ فوجوں کے پرامن انخلاء کو ممکن بناؤں' جبکہ افغان عسکریت پسند ہمیں شکست دینے کیلئے مسلسل جنگ لڑ رہے ہیں۔'' جنرل پیٹریاس بے شک دلیرانہ بیان جاری کرتے رہیں لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر اب یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ وہ طاقت کے زور پر کبھی بھی فتح مند نہیں ہوسکتے لہٰذا انہوں نے حامد کرزئی کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ قیام امن کے سلسلے میں بات چیت کریں۔ ــــ حامد کرزئی نے ابھی تک اس معاملے میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کابل میں منعقد ہونے والی گذشتہ کانفرنس' جس میں ستر سے زائد ممالک نے شرکت کی تھی' ان کے سامنے کرزئی نے طالبان کی دو شرائط تسلیم کرالی ہیں جن میں ''۲۰۱۱ء کے وسط تک قابض فوجوں کا افغانستان سے نکل جانا اور دوسرا یہ کہ طالبان راہنما جنہیں دہشت گرد قرار دیا جاچکا ہے ان پر سے یہ الزام ہٹایا جائے اور تمام طالبان قیدیوں کو رہا کیا جائے'' شامل ہیں۔ طالبان کی دیگر دو شرائط میں جنگ بندی (Cease-fire) کا اعلان اور افغانستان میں مستقبل کی کثیر الجہتی قومی حکومت کے قیام کیلئے لوئی جرگہ بلانے کا مطالبہ شامل ہے۔ ــــ ان بدلتے ہوئے حالات نے روس اور بھارت کیلئے نئی تشویش پیدا کردی ہے اور وہ افغانستان میں اپنا کھیل ختم ہوتا دیکھ کر ایران' تاجکستان اور ازبکستان کے ساتھ مل کر ایک نیا اتحاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جو افغانستان کے شمالی اتحاد کو تھپکی دے گا کہ وہ آگے بڑھے۔ یاد رہے اسی طرح کی تھپکی بھارت اور روس نے شمالی اتحاد کے سربراہ احمد شاہ محسود کو ۱۹۹۲ء میں بھی دی تھی اور کابل میں ان کی حکومت بنائی تھی۔ لیکن اب زمینی حقائق بہت مختلف ہیں۔ اب شمالی اتحاد امریکی یا روسی ٹینکوں پر سوار ہوکر کابل اور قندھار میں فتح مندوں کی صورت داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ دونوں سپر طاقتیں افغانی جہادیوں کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہیں۔ آج کے طالبان بھی پہلے والے طالبان کی نسبت بالکل مختلف ہیں کیونکہ انہیں سخت ترین لڑائی کا تیس سالہ تجربہ حاصل ہے اور وہ ملا عمر کی قیادت میں متحد ہیں۔ ان کے لڑاکا دستوں کی اکثریت کا تعلق نوجوان نسل سے ہے جو گذشتہ تیس برسوں میں جنگ کے سائے میں پیدا ہوئے اور آگ برساتی توپوں کی گھن گرج میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان اپنی ملکی آزادی وخودمختاری کیلئے قابض فوجوں کے ساتھ سوائے جہاد کے اور کچھ نہیں جانتے اور یہی افغان قوم کا ناقابل شکست جذبہ حریت ہے جسے

شکست دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان قابض فوجوں کے تسلط سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ یہی وہ قوت ہے کہ جس نے دنیا کی دو سپر طاقتوں کو تیس سال کے قلیل عرصے میں شکست سے دوچار کر کے کامیاب عسکری حکمت عملی (Asymmetric War) کا ایک نیا باب رقم کیا ہے جسے ہم اس صدی کا ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں۔

وہ عناصر جو صدر حامد کرزئی کے امریکہ کی رضامندی سے تیار کئے جانے والے اس امن منصوبے کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''امریکہ کو افغانستان سے فوجیں نہیں نکالنی چاہئیں بلکہ تذویراتی فوائد اور عالمی برتری کے خواب کو یقینی بنانے کیلئے ایشیاء کے تینوں خطوں کے سنگم پر واقع افغانستان پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہیئے۔ اس حکمت عملی میں پاکستان اور بھارت کی باہمی مخاصمت رکاوٹ ڈالتی ہے جس کا سبب پاکستان اور چین کے مابین سٹریٹیجک پارٹنر شپ (Strategic Partnership) کا معاہدہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس نے موجودہ حالات کو ایک طویل جنگ کی شکل دے دی ہے۔'' یہ حقائق سے چشم پوشی اور ایک ناقص سوچ ہے جو کم ظرفی پر مبنی ہے، جسے بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا ابھی تک افغانوں کے نئے جنگی طور طریقوں کے خلاف موثر کاروائی کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کر سکی ہے جو غیر منظم جنگ کے ماہر ہیں اور جدید ترین اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو مسلسل شکست دے چکے ہیں۔ ۔ ___ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پشتون آبادی کے افغان سوسائٹی میں دوبارہ شمولیت سے افغانستان میں بڑی واضح تبدیلی آئے گی اور یہ صورت حال امریکہ کیلئے ایک صحیح عمل ہوگا۔ اس سے عالمی منظر نامہ بدل جائے گا جہاں امریکہ کی نرم قوت (Soft Power) مخالف نظریے سے ہم آہنگ ہوگی۔ صدر اوبامہ اگر 'گراؤنڈ زیرو' پر اسلامی ثقافتی سنٹر قائم کرنے کے وعدے کو عملی جامعہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہاں سے بلند ہونے والی ''اللہ اکبر'' کی صدائیں چہار سو عالم میں امریکہ کی نرم قوت کا پیغام پہنچائیں گی جس سے امریکہ کے مخالفین کے دلوں میں جاگزیں شکوک و شبہات اور وثوثے' محبت و اخوت کے حسین جذبات میں بدل جائیں گے اور اس طرح امریکہ دنیا کو امن پسندی کا عملی درس دے سکے گا۔

یہ مفروضہ بھی بے بنیاد ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ اپنے نظریات کو دیگر ممالک پر مسلط کرنا شروع کر دیں گے جس سے عالمی امن کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ افغانی قوم درحقیقت گزشتہ تیس سالوں کی بدامنی سے تنگ آ چکی ہے اور وہ قیام امن کیلئے مخلص ہے جو تمام ہمسایہ اور خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ علاقائی اور عالمی برتری کے رجحان کا خاتمہ صرف قیام امن کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ روس، امریکہ اور اس کے اتحادیوں اور ہمسایہ ممالک کے ہاتھوں اٹھائے جانے والے مظالم کے باوجود افغانستان کی تعمیر نو کے سلسلے میں ان تمام ممالک کا تعاون فراہم کرنا لازم ہے۔ (بقیہ صفحہ ۵۸ پر)